

نظریہ اباحت اصلیہ کے بارے میں علماء برصغیر کی آراء کا تحقیقی مطالعہ

محمد ممتاز الحسن *

اسلام کے نظام قانون میں اشیاء و حوادث کی شرعی حیثیت کو جاننے اور ان پر شرعی حکم لگانے کے لئے سب سے پہلے قرآن و سنت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن و سنت میں مطلوبہ مسئلے کے حوالے سے صراحتاً یا دلائل حکم نہ ملنے کی صورت میں اجتہادی کاوشوں کو بروئے کار لایا جایا جاتا ہے۔ جن میں سب سے پہلے پیش آمدہ نوپیدا امر کی نظر کو تلاش کیا جاتا ہے اور اس پیش آمدہ نوپیدا امر کی اگر کوئی کامل نظیر نصوص میں مل جائے تو اس میں اس کی نظیر کے حکم کو ظاہر اور نافذ کر دیا جاتا ہے۔ اسلامی اصول قانون کی اصطلاح میں اسے قیاس کا نام دیا جاتا ہے۔ اس پیش آمدہ امر کی نصوص میں نظیر نہ ملنے کی صورت میں حرام اور ممنوع احکام و اشیاء کی علت کو دیکھا جاتا ہے اگر حرام اور ممنوع اشیاء کی بھی کوئی علت نہ پائی جا رہی ہو تو اس امر کو شرعی اعتبار سے مباح قرار دے دیا جاتا ہے۔ مباح کا مطلب ہے کہ شرع نے اس امر کے کرنے یا نہ کرنے کا بندوں کو اختیار دے دیا ہے۔ اس تصور کو اباحت اصلیہ کے نظریہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس نظریہ اور قاعدہ کے مطابق کائنات میں پیدا کردہ تمام اشیاء اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہیں۔ پھر شارع نے جن اشیاء کے کرنے کا لازمی، تاکید یا ترغیبی مطالبہ کیا تو وہ بالترتیب فرض، واجب اور مندوب ہو گئیں اور جن اشیاء سے منع کر دیا یا ان کے حوالے سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا یا نقصان دہ قرار دیا تو وہ حرام اور مکروہ ہو گئیں۔ اور جن کے کرنے یا ترک وغیرہ کے حوالے سے کسی بھی قسم کا مطالبہ نہ کیا تو وہ اپنی اصل پر بدستور مباح رہیں، کیونکہ شارع نے ایسی اشیاء کے فعل یا ترک پر عفو (درگزر کرنا، جس کے فعل یا ترک پر حرج نہ ہو) کا اعلان کیا ہے اور ایسی اشیاء کے حکم کو بیان نہ کرنا اپنی رحمت قرار دیا ہے۔ لہذا شرعاً بغیر لازمی مطالبہ کے نہ تو کوئی شیئ فرض و واجب ہو سکتی ہے اور نہ بغیر ممانعت کے کوئی شیئ حرام یا مکروہ ہو سکتی ہے۔ اصول و قواعد فقہ کی کتابوں میں اس کو ”الأصل فی الأشياء الاباحۃ“ (۱) یا ”الأصل فی الأشياء الاباحۃ حتی يدل الدلیل علی التحريم او

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، منہاج یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

المنع۔ (۲) کے اصول اور قاعدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس نظریہ اور قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ تمام اشیاء کا مباح ہونا اصل ہے اور ان کا حرام اور واجب وغیرہ ہونا عارض ہے جو کسی واضح دلیل کی بنا پر ہوگا۔ چنانچہ امام بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

”ان الأصل فی الأشياء الاباحة والحظر طار علیہا۔“ (۳)

تحقیق اشیاء میں اصل حکم اباحت ہے حرمت اس پر طاری ہوتی ہے۔

نظریہ اباحت اصل کو سمجھانے کے لئے عملی زندگی سے اس کی یوں مثال دی جاتی ہے کہ شریعت کی مثال ایک راستے اور شاہراہ کی طرح ہے اور شریعت کا لغوی معنی بھی واضح راستہ ہے۔ راستوں اور شاہراہوں کے بارے میں عام دستور یہ ہے کہ جس راستے اور شاہراہ پر چلنا یا دائیں بائیں مڑنا منع ہو وہاں ممانعت کا مخصوص نشان نصب کر دیا جاتا ہے اور جس راستے اور شاہراہ پر چلنا یا دائیں بائیں مڑنا ممنوع نہ ہو وہاں ممانعت کا کوئی نشان نصب نہیں کیا جاتا۔ شاہراہوں اور راستوں میں ممانعت کے نشان کا موجود نہ ہونا اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ اس راستے یا شاہراہ پر چلنے کی عام اجازت ہے بعینہ یہی اصول اور قاعدہ احکام شرعیہ میں نافذ و جاری ہے۔ شریعت میں جو امور اور اشیاء ممنوع تھیں نصوص میں ان سے منع کر دیا گیا ہے اور جو ضروری تھیں ان کے کرنے کا لازمی مطالبہ کیا گیا۔ باقی اشیاء کو مباح کے طور پر بغیر ذکر کئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ بندوں کو ایسی اشیاء کے بارے میں مکمل اختیار اور اجازت ہے کہ وہ چاہیں تو انہیں کریں اور چاہیں تو نہ کریں، کسی بھی صورت میں ان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔

اس نظریہ کے بارے میں جہاں تک علماء برصغیر کی آراء کا تعلق ہے تو وہ اس کی حجیت اور اس کے اطلاق کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ علماء برصغیر کی اکثریت اگرچہ نظریہ اباحت اصل کو قائل دکھائی دیتی ہے۔ جیسے شاہ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری، علامہ احمد انبیطوی المعروف ملا جیون، عظیم اصولی محب اللہ بہاری، بحر العلوم عبدالحق انصاری، صدیق حسن قنوجی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر کی، شیخ عبدالرحمن مبارکپوری، شرف الحق عظیم آبادی، مولانا مفتی احمد رضا خان بریلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، شبیر احمد عثمانی، نواب قطب دین خان دہلوی وغیرہم برصغیر کی وہ معروف علمی شخصیات ہیں جو اس نظریہ کی قائل دکھائی دیتی ہے۔ مگر بعض علماء برصغیر جنکی تعداد اگرچہ بہت تھوڑی ہے اس نظریے اور قاعدے کا سرے سے انکار بھی کرتے ہیں۔ اور وہ اشیاء میں حرمت یا توقف کے اصل ہونے کے قائل ہیں۔ ان علماء میں سے جنکا اس نظریہ کی مخالفت میں تحریری مواد ملتا ہے ان میں نمایاں نام شاہ محمد الحق دہلوی اور مولانا سرفراز خاں لکھنوی کے ہیں۔

نظریہ اباحتِ اصلیہ کے بارے میں علماء برصغیر کی آراء کا تحقیقی مطالعہ

ذیل میں نظریہ اباحتِ اصلیہ کے قائلین و عدم قائلین کے اہم دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔
نظریہ اباحتِ اصلیہ کے قائلین کے اہم دلائل:-

نظریہ اباحتِ اصلیہ کے قائلین نے اپنے موقف پر قرآن و سنت کی کثیر نصوص سے استنباط کیا ہے۔ ذیل میں قرآن و سنت کی چند اہم نصوص ذکر کی جاتی ہیں جن سے علماء برصغیر نے اباحتِ اصلیہ کا استدلال کیا ہے۔

۱۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (۴)

وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا“
اباحتِ اصلیہ کا استدلال کرنے والوں کے نزدیک اس آیت میں تین کلمات قابل غور ہیں:

۱۔ لام ۲۔ ما ۳۔ جمیعاً

کلمہ ”لام“ عربی ادب کی رو سے لام انتفاع ہے جس کی رو سے زمین و آسمان کی اشیاء کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ انسان ان سے فائدہ اٹھائے۔ کلمہ ”ما“ عربی ادب کی رو سے ”عام“ ہے جو کہ زمین میں پیدا شدہ تمام اشیاء کو شامل ہے۔ اور ”جمیعاً“ جبکہ معنی ہے تمام۔ یہ لفظ ”ما“ کے معنی میں مزید تاکید پیدا کر رہا ہے۔
ان تمام کلمات کا حاصل یہ ہے کہ زمین میں پیدا کی گئی تمام اشیاء انسانوں کے نفع کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔
کوئی بھی چیز حقیقی معنی میں نافع اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کا استعمال مباح اور جائز ہو۔ پس ثابت ہوا کہ کائنات میں پیدا کردہ تمام اشیاء اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہیں۔ علامہ احمد جیون ایٹھوی المعروف ملا جیون (۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:-

”بالجملة ففي الآية دليل على كون الإباحة أصلاً في الأشياء“ (۵)

الغرض اس آیت مبارکہ میں اشیاء میں اباحت کے اصل ہونے کی دلیل ہے۔

صدیق حسن قنوجی (۱۳۰۷ھ) اپنی تصانیف فتح البیان اور نیل المرام میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے ذیل

میں لکھتے ہیں:

”فيه دليل أن الأصل في الأشياء المخلوقة الإباحة حتى يقوم دليل يدل على النقل عن

هذا الأصل ولا فرق بين الحيوانات وغيرها مما ينفع به من غير ضرر في التاكيد بقوله

جميعاً أقوى دلالة على هذا انتهى مختصراً“ (۶)

اس میں دلیل ہے کہ پیدا شدہ اشیاء میں اصل اباحت ہے جب تک کوئی دلیل اس اصول سے

پھرنے پر دلالت نہ کرے۔ اس میں حیوانات اور دیگر نفع بخش اشیاء جن میں کوئی نقصان نہیں ان میں کوئی فرق نہیں، اور ”جمیعاً“ کے قول سے اس کلام کو مؤکد کیا گیا ہے جو اس پر (تمام اشیاء کے حلال ہونے پر) سب سے قوی دلیل ہے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی (۱۳۹۵ھ) مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

”فقہاء نے آیت کے الفاظ سے استدلال کیا ہے کہ زمین پر جو کچھ بھی انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا گیا ہے اصلاً ان پر حکم اباحت ہی کا ہے، تاوقتیکہ کوئی دلیل عقلی ان کے منع یا حرمت پر قائم نہ ہو۔“ (۷)

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین میں تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اس آیت میں ”لام“ انتفاع کے لیے ہے۔ سبب اور تعلیل کے لیے نہیں۔ کیونکہ اللہ کے کسی فعل کی کوئی علت نہیں ہوتی اس آیت سے جمہور فقہاء اور اصولیین نے یہ استدلال کیا ہے کہ احکام شرعیہ کے وارد ہونے سے پہلے اصل میں سب اشیاء مباح ہیں پھر جب احکام شرعیہ وارد ہوئے تو بعض کام واجب ہو گئے اور بعض کام حرام ہو گئے۔“ (۸)

۲۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط كَذَلِكَ نَفْصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۹)

فرما دیجئے: اللہ کی اس زینت (و آرائش) کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمائی ہے اور کھانے کی پاک ستھری چیزوں کو (بھی کس نے حرام کیا ہے)؟ فرما دیجئے: یہ (سب نعمتیں جو) اہل ایمان کی دنیا کی زندگی میں (بالعموم روا) ہیں قیامت کے دن بالخصوص (انہی کے لیے) ہوں گی۔ اس طرح ہم جاننے والوں کے لیے آیتیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

اس آیت سے اباحت اصلہ کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ اس آیت کا کلمہ ”من“ استفہام انکاری ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ زینتوں اور پیدا کردہ اشیاء کو حرام کرنے کی نفی پر دلالت کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیب وزینت اور خورد و نوش کی تمام اشیاء اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہیں۔ چنانچہ سید امیر علی ملیح آبادی (۱۳۳۷ھ) اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں بیضاوی کے قول کو تائید میں پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”اس آیت میں دلیل ہے کہ مطاعم وملابس و انواع تجملات میں دراصل اباحت ہے، پس سوائے ان مطاعم وملابس وغیرہ کے حرام نہ ہونگے جو کسی دلیل خاص سے حرام یا مکروہ ثابت ہوئے ہوں

اور یہ بیان اصول میں بھی مقرر ہو چکا ہے، اس میں ہمارے زمانے کے عالموں کو زجر شدید ہے کہ بلا دلیل شرعی کے بعض چیزوں کو حلال رکھتے ہیں اور بعض کو حرام کر لیتے ہیں۔“ (۱۰) اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں مولانا مودودی (۱۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

”مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کی ساری زمینیں اور پاکیزہ چیزیں بندوں ہی کے لیے پیدا کی ہیں۔ اس لیے اللہ کا منشاء تو بہر حال یہ نہیں ہو سکتا کہ انہیں اپنے بندوں کے لیے حرام کر دے اب اگر کوئی مذہب یا کوئی نظام اخلاق، معاشرت ایسا ہے جو انہیں حرام یا قابل نفرت یا ارتقاء روحانی میں سدراہ قرار دیتا ہے۔ تو اس کا یہ فعل خود ہی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے؟“ (۱۱)

مودودی صاحب کے بیان میں اگرچہ صراحتہ قاعدہ اباحت کا ذکر نہیں ہے لیکن بیان کی معنویت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ ان کے نزدیک بھی اشیاء میں اصل اباحت ہے اس لئے کہ ان کا یہ کہنا اشیاء کی تخلیق بندوں کے لئے ہے۔ اس لئے وہ بندوں کے لئے حلال ہیں ان پر حرمت کا حکم غیر شرعی ہے نظریہ اباحت اصلہ کی ہی تفسیر ہے۔ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (۱۳۸۰ھ) لکھتے ہیں۔

”آیات بالا میں اس امر کی وضاحت ہے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء حلال ہیں۔ سوائے ان کے جن پر شریعت مطہرہ نے حرمت عائد کی ہو۔ اس لیے کہ اصول میں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔“ (۱۲) مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں۔

”خیال رہے کہ من حرم میں سوال انکاری ہے۔ یعنی یہ چیزیں کس نے حرام کی ہیں اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے انہوں نے تو حرام کی نہیں پھر تم کیوں حرام سمجھتے ہو۔“ (۱۳) آگے چل کر اس آیت سے حاصل ہونیوالے فوائد کے تحت لکھتے ہیں:

”ہر چیز میں اصل اباحت ہے حرام ہونا کسی ممانعت کی دلیل سے ہوگا یعنی جس چیز سے شریعت میں منع نہ فرمایا خاموشی فرمائی وہ مباح ہے ہاں جس چیز کو منع فرمایا وہ حرام یا مکروہ ہے یہ فائدہ قل من حرم سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے حرام نہ کرنے کو حلال ہونے کی دلیل قرار دیا کہیں یہ نہ فرمایا کہ ”من احل“ فلاں چیز کس نے حلال کی؟ حلال ہونے کی دلیل حرام نہ ہونا ہے۔“ (۱۴)

۳۔ یَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ (۱۵)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ (ان سے) فرما دیں کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔

اس آیت سے اباحت اصلیه کے نظریہ کے استدلال کی اساس یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے طہیات کو حلال قرار دیا ہے۔ طہیات سے مراد وہ اشیاء ہیں۔ جن کی حرمت و کراہت کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو اور نہ ہی ان میں کوئی دینی یا بدنی نقصان ہو۔ پس ثابت ہوا جس امر کا حرام اور نقصان نہ ہونا نصوص میں ثابت نہ ہو وہ مباح اور جائز ہوتا ہے۔ اسکی اباحت و جواز پر الگ سے دلیل کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۳۳۹ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”حلال کا دائرہ تو بہت وسیع ہے چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں کوئی دینی یا بدنی نقصان تھا، دنیا کی تمام ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال ہیں۔“ (۱۶)

اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں سید امیر علی (۱۳۳۷ھ) لکھتے ہیں:

”بالجملہ تفسیر طیب کی ہمارے نزدیک وہ ہے کہ جس کی حرمت یا کراہت تحریمی، کتاب اور سنت رسول ﷺ و اجماع امت سے ثابت نہ ہو اور قولہ تعالیٰ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ الْآیۃ (۱۷) سے نکالایا گیا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر وہ کہ مخصوص بکتاب و سنت و اجماع ہو پس حرام کلیات کتاب سنت و اجماع سے نکالنے کے بعد حلت ہے۔“ (۱۸)

علامہ ابوالحسنات سید محمد قادری (۱۳۸۰ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس پر مفسرین کرام نے تصریح کی کہ جن کی حرمت قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے ثابت نہیں اور وہ پاک ہے تو جائز ہے اس لیے کہ عدم ثبوت عدم جواز کو مستلزم نہیں ہوتا۔ اس بنا پر دوسرے مقام پر فرمایا ”عفا اللہ عنہا“ مسکوت عنہا جتنی چیزیں ہیں وہ معاف ہیں۔“ (۱۹)

۴۔ کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (۲۰)

کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اس آیت سے اباحت اصلیه کا استدلال کرنے والے یوں استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں کھانے اور پینے کا تو حکم ہے مگر کس چیز کو کھانا اور پینا ہے۔ اس مفعول کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ کھانے پینے کے حکم کو عام رکھا گیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی فعل یا شے کا امر تو ہو آگے مفعول ذکر کر کے اسے مخصوص نہ کیا

گیا ہو تو وہ امر تمام اشیاء کو شامل ہوتا ہے لہذا یہ حکم جن اشیاء کی حرمت نص میں بیان ہو چکی ہے کے علاوہ تمام اشیاء کے کھانے پینے کی اباحت کو شامل ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ تمام اشیاء اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہیں سوائے ان اشیاء کے جن کی حرمت اور ممانعت پر کوئی شرعی دلیل قائم ہو جائے۔

چنانچہ مفتی محمد شفیع (۱۳۹۶ھ) لکھتے ہیں:

”اشیاء عالم میں اصل اباحت و جواز ہے۔ جب تک کسی دلیل سے حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ایک مسئلہ اس آیت سے احکام القرآن جصاص کی تصریح کے مطابق یہ نکلا کہ دنیا میں جتنی چیزیں کھانے پینے کی ہیں۔ اصل ان میں یہ ہے کہ وہ سب جائز و حلال ہیں۔ جب تک کسی خاص چیز کی حرمت و ممانعت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے ہر چیز کو جائز و حلال سمجھا جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ اس بات سے ہوا کہ کُلُوا وَاشْرَبُوا کا مفعول ذکر نہیں فرمایا۔ کہ کیا چیز کھاؤ پیو اور علماء کی تصریح ہے کہ ایسے موقع پر مفعول ذکر نہ کرنا۔ اس کے عموم کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے۔ کہ ہر چیز کھا سکتے ہو۔ بجز ان اشیاء کے جن کو بالتصریح حرام کر دیا گیا ہے۔“ (۲۱)

مولانا محمد نعیم (۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں:

”علمائے اصول نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ کھانے پینے کی تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال اور جائز ہیں جب تک کسی چیز کی حرمت اور ممانعت کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو جائے کیونکہ کُلُوا وَاشْرَبُوا دونوں کے مفعول کو ذکر نہیں کیا گیا جس سے باقاعدہ بلاغت عموم اور جواز معلوم ہوا۔ الا یہ کہ کسی چیز کا حرام ہونا صراحتہ معلوم ہو جائے تو وہ حرام ہوگی۔“ (۲۲)

۵۔ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ جَ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۲۳)

آپ فرمادیں کہ میری طرف جو وحی بھیجی گئی ہے اس میں تو میں کسی (بھی) کھانے والے پر (ایسی چیز کو) جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مُردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سُور کا گوشت ہو کیونکہ یہ ناپاک ہے یا نافرمانی کا جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص (بھوک کے باعث) سخت لاچار ہو جائے نہ تو نافرمانی کر رہا ہو اور نہ حد سے تجاوز کر رہا ہو تو بے شک آپ کا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

تاکلین اباحت کے نزدیک اس آیت میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کہہ دیں کہ میں وحی میں ان جانوروں (جن کا ذکر نص میں ہے) کے علاوہ کسی جانور کے کھانے کو حرام نہیں پاتا جس کا مطلب ہوا کہ حرمت کے لیے وحی کا ہونا ضروری ہے خواہ وحی کی دلالت صراحتہ ہو یا استنباطاً مگر وحی کا ہونا ضروری ہے۔ حلال کے لیے وحی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر حلال کے لیے بھی وحی (نص) کا ہونا ضروری ہوتا تو فرمایا جاتا کہ مجھ پر وحی میں جو حلال کیا گیا ہے ان میں ان جانوروں کا ذکر نہیں پاتا جبکہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ نیز اس آیت میں ان جانوروں کے وحی میں حرام نہ ہونے کو حلال ہونے کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اگر اصل اشیاء میں حرمت یا توقف مانا جائے تو یہ آیت بالکل بے معنی ہو جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصلاً تمام اشیاء مباح ہیں۔

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (۱۳۸۰ھ) اس آیت سے اباحت کا استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فرمادیجئے میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کہ کسی کھانے والے پر کھانا حرام ہو۔ یہ کنایہ ہے عدم وجود محرمات کا اور اس میں اعلان ہے کہ طریق تحریم و تحلیل بلا تخصیص الہی لغو ہے اور اتباع شہوات و نفسیات۔ اسلام میں یہ اصول ہے کہ ”اصل اشیاء میں اباحت ہے۔“ (۲۴)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں:

”گزشتہ آیت میں حرام چیزوں کی تفصیل تھی اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ حلال کیا کیا چیزیں ہیں؟ تو رب تعالیٰ جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ حلال کا دائرہ بہت وسیع ہے چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں دینی دنیوی، روحانی یا جسمانی نقصان تھا ان کے علاوہ دنیا کی تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں۔“ (۲۵)

۶۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءٍ اِنْ تَبَدَّلَكُمْ تَسْـَٔلُوْكُمْ جَ وَانْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ تَبَدَّلَ لَكُمْ ط عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۲۶)

اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو (جن پر قرآن خاموش ہو) کہ اگر وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں مشقت میں ڈال دیں (اور تمہیں بری لگیں)، اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جب کہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو وہ تم پر (نزول حکم کے ذریعے) ظاہر (یعنی متعین) کر دی جائیں گی (جس سے تمہاری صوابدید ختم ہو جائے گی اور تم ایک ہی حکم کے پابند ہو جاؤ گے)۔ اللہ نے ان (باتوں اور سوالوں) سے (اب تک) درگزر فرمایا ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔

اس آیت میں اشیاء و افعال کے حوالے سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔ پہلی یہ کہ مسکوت عنہا اشیاء و افعال کے بارے میں سوال کرنا منع ہے۔ سوال کرنے سے منع اس لیے کیا گیا ہے کہ کہیں وہ سوال اس شے کے بارے میں حرمت کے حکم کے نازل ہونے کا سبب نہ بن جائے۔ اس طرح مکلفین کو ان اشیاء و امور کے فعل یا ترک میں جو سہولت اور گنجائش حاصل تھی وہ ختم ہو جائے گی جبکہ اللہ تعالیٰ یہ سہولت اور گنجائش دینا چاہتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ مسکوت عنہا اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے۔ کوئی انہیں کرے یا نہ کرے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ شرعاً کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے پر مواخذہ کا نہ ہونا اس کے مباح ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ شرعاً انسان ان کے فعل اور ترک میں آزاد اور مختار ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۲۹ھ) آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”خدا نے جس چیز کو کمال حکمت و عدل سے حلال یا حرام کر دیا وہ حلال یا حرام ہو گئی اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع دی۔ مجتہدین کو اجتہاد کا موقع ملا، عمل کرنے والے اس کے فعل اور ترک میں آزاد ہیں۔“ (۲۷)

مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں:

”اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس امر کی شرع میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح ہے۔ حضرت سلیمان والی حدیث میں ہے کہ حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا حرام وہ ہے جس کو اس نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا وہ معاف تو کلفت میں نہ پڑو۔“ (۲۸)

۷۔ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (۲۹)

اس نے تمہارے لیے ان (تمام) چیزوں کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں۔

اس آیت سے اباحت اصلیہ کے استدلال کی اساس یہ ہے کہ اس آیت میں صراحت ہے کہ حرام چیزوں کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ حلال چیزوں کے حوالے سے پورے قرآن میں کہیں دعویٰ نہیں کیا گیا کہ انکی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ جس سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس چیز کے حرام ہونے کی تفصیل بیان نہ کی گئی ہو وہ حرام نہیں ہوتی مباح ہوتی ہے۔ کسی شے کے حلال اور مباح ہونے کے لیے نص کا ہونا ضروری نہیں اگر کسی شے کی حرمت کی طرح حلت اور اباحت کیلئے بھی نص کا ہونا ضروری ہوتا تو پھر ان کے بارے میں بھی یوں حکم نازل کیا جاتا کہ ”اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے لیے حلال چیزوں کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے جو اس نے تمہارے لیے حلال کی ہیں“

نصوص میں حرام چیز کے ذکر کا مفصل ہونا اور حلال چیزوں کے ذکر کا مفصل نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ثبوت حرمت کیلئے تو حکم حرمت ضروری ہے ثبوت اباحت اور حلت کے لیے حکم حلت و اباحت ضروری نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۹۱ھ) اس آیت سے حاصل ہونے والے فوائد کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”دسواں فائدہ: اسلامی قانون یہ ہے کہ حرام چیزوں کا ذکر تفصیل سے ہوا اور حلال کی تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ جسے شریعت حرام نہ کرے حلال ہوتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی یہ فائدہ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (۳۰) سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے حرام عورتوں کی تفصیل بیان کی اور حلال عورتوں کے متعلق فرمایا وَاحِلَ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَلِكَ (۳۱) اور فرماتا ہے قُلْ لَّا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ (۳۲) ان سب سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے اس سے خاموش ہو وہ حلال ہے۔“ (۳۳) فضل شاہ (۱۳۹۸ھ) لکھتے ہیں:

”جہاں حرمت کا حکم ہے اس کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ تفسیر کا منشا ہی حدود کو روشن کرنا ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ حرمت کا حکم نہ ہونے کے باوجود طبیعت رکتی ہوئی معلوم ہو تو یہ عطائے الہی کی ناشکری ہوگئی۔“

آگے چل کر حاصل کلام میں لکھتے ہیں:

”حاصل جہاں حرمت کا حکم نہ ہو وہاں اباحت ثابت ہوتی ہے۔“ (۳۴)

وہ آیات جن سے اباحت اصلیت کے نظریہ اور قاعدہ کا استدلال کیا گیا ہے ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے طوالت کے خوف سے یہاں اتنی آیات کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اباحت اصلیت کے قائلین نے اپنے موقف پر قرآن کے علاوہ احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ جن میں سے چند معروف احادیث درج ذیل ہیں۔

۱۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرِّمْ فَحَرَّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ۔ (۳۵)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں کی گئی تھی لیکن اس کے سوال کرنے کے باعث حرام کر دی گئی۔

قائلین اباحت اس حدیث سے اپنے موقف کا یوں استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث میں اس شخص کو

سب سے بڑا مجرم قرار دیا جا رہا ہے جس کے سوال کی وجہ سے کوئی چیز حرام ٹھہری ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ چیز حرمت کی نص کے آنے سے پہلے حرام نہ تھی مباح تھی۔ لوگوں کو اختیار تھا کہ اسے کریں یا نہ کریں۔ اگر اشیاء میں اباحت اصل نہ ہوتی حرمت اصل ہوتی تو پھر یوں ارشاد نہ فرمایا جاتا پس ثابت ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ چنانچہ اس حدیث سے اباحت اصلیہ کا استدلال کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی (۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

”چونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اس لئے جب تک کسی چیز سے منع نہیں کیا گیا تھا وہ جائز تھی اب کسی نے پوچھا اور اس کا حکم بیان کر دیا گیا کہ یہ حرام ہے جس کی وجہ سے لوگ تنگی میں پڑ گئے اس لئے عہد رسالت میں مناسب یہی تھا کہ کسی چیز کے بارے میں لوگ پوچھتے نہیں تھے جب تک ممانعت نہ ہوتی اس پر عمل کرتے رہتے۔“ (۳۶)

۲۔ حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ

سئل رسول اللہ عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما أحل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا عنه۔ (۳۷) وفي رواية: وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافيته۔ (۳۸)

حضور نبی اکرم ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال وہ (چیز) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرا دیا ہے۔ وہ اشیاء جن کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا گیا تو وہ ان میں سے ہیں جو معاف کر دی گئی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے اور جن سے اللہ نے سکوت اختیار فرمایا ہے وہ معاف ہیں پس اللہ کی معافی کو قبول کرو۔

نوٹ: یہ حدیث سیف بن ہارون کے طریق سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہیں مگر دیگر طرق اور شواہد و متابعات کی وجہ سے اسے تقویت حاصل ہو گئی ہے۔ لہذا اس حدیث سے استدلال کرنا درست ہے۔

قائلین اباحت کہتے ہیں کہ یہ حدیث صراحتہ دلالت کر رہی ہے کہ جس چیز کی حلت و حرمت کے حوالے سے نصوص خاموش ہوں وہ چیز معفو عنہ (جس کے کرنے یا نہ کرنے پر نہ مواخذہ ہو نہ ثواب) ہے اس کے کرنے یا نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتی پس ثابت ہوا کہ مسکوت عنہا اشیاء مباح الاصل ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”واین دلیل است بر آنکہ اصل در اشیاء اباحت است۔“ (۳۹)

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

ملا علی قاری (۱۲۰۲ھ) اس حدیث کے آخری جملہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”و فیہ أن الأصل فی الأشياء إباحة و یؤیدہ قوله تعالیٰ “هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا” (۴۰) (۴۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ وہی ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لیے پیدا کیا۔

۳۔ حضرت ابو ثعلبہ الحُشنی سے مروی ہے کہ:

عن أبي ثعلبة الحُشني قال: قال رسول الله: إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها وحرم أشياء فلا تنتهكوها وحد حدودا فلا تعتدوها وسكت عن أشياء رحمة بكم من غير نسيان فلا تبحثوا فيها۔ (۴۲)

حضرت ابو ثعلبہ حُشنی سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض فرمائیں انہیں ضائع نہ کرو کچھ حرمتیں قائم فرمائیں انہیں پامال نہ کرو کچھ حدیں قائم فرمائیں ان سے آگے نہ بڑھو، اور کچھ چیزوں کے بارے میں تم پر رحمت کی وجہ سے سکوت اختیار فرمایا ہے اس وجہ سے نہیں کہ ان کا حکم بیان کرنا اللہ تعالیٰ بھول گیا۔ ان کی کرید نہ کرو۔

اس حدیث مبارکہ میں مسکوت عنہا اشیاء کے بارے میں کرید کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ ان چیزوں کے حکم کو بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خاموشی اختیار فرمانا تم پر رحمت کی وجہ سے ہے نسیان کی وجہ سے نہیں ہے۔ رحمت کی وجہ سے خاموشی اختیار فرمانے کی واضح حکمت یہی ہے کہ وہ تمہارے لئے مباح ہیں۔ چاہو تو کرو اور چاہو تو ان کو ترک کر دو، کرنے یا نہ کرنے پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ملا علی قاری حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی لا تبحثوا فیہا (۴۳) (باقی چیزوں سے بحث نہ کرو) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”أى لا تفتشوا عن تلك الأشياء دلّ على أن الأصل في الأشياء إباحة كقوله تعالى: هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا“ (۴۴) (۴۵)

یعنی ان اشیاء کے بارے میں تفتیش نہ کرو یہ فرمان نبوی کریم ﷺ دلالت کرتا ہے کہ اشیاء میں

اصل اباحت ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی (وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا) سے اباحت ثابت ہوتی ہے۔
 اباحتِ اصلیہ کے قائلین کے قرآن وحدیث سے اہم دلائل ذکر کرنے کے بعد ذیل منکرین اباحت کے دلائل کو بیان کیا جاتا ہے۔
 منکرین اباحت کے دلائل:

جو علماء برصغیر اشیاء میں حرمت یا توقف کے قائل ہیں۔ وہ اپنے موقف پر درج ذیل دو احادیث پیش کرتے ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ

قال رسول الله الأمر ثلاثة، أمر بين رشد فاتبه، وأمر بين غيه فاجتنبه، وأمر يختلف فيه فكله الى الله عز وجل (۴۶)

رسول اللہ نے فرمایا کہ امور تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ جس کا ہدایت ہونا واضح ہو، سو اس کی اتباع کرو، اور دوسرا وہ کام ہے کہ اسکی گمراہی ظاہر ہو، سو اس سے اجتناب کرو اور تیسرا وہ جس میں اشتباہ واقع ہو، سو اسکا معاملہ خدا کے سپرد کر دو۔

مولانا سرفراز خان (۲۰۰۹ء) اس روایت سے توقف کا استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس روایت کے آخری جملہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جس معاملہ کا حکم مخفی ہو اور اس میں اشتباہ ہو تو ایسے معاملہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر کے اس میں توقف کرنا چاہیے نہ یہ کہ اس کے ساتھ مباح کا معاملہ ہو“ (۴۷)

۲۔ ابو ثعلبہ الحُثنی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قال: قال رسول الله: إن الله لفرض فرائض فلا تضيعوها وحرمة حرمت فلا تنتهكوها وحد حدودا فلا تعتدوها وسكت عن أشياء رحمة بكم من غير نسيان فلا تبحثوا فيها (۴۸)

”حضرت ابو ثعلبہ حُثنی ص سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض فرمائیں انہیں ضائع نہ کرو کچھ حرمتیں قائم فرمائیں انہیں پامال نہ کرو کچھ حدیں قائم فرمائیں ان سے آگے نہ بڑھو، اور کچھ چیزوں کے بارے میں تم پر رحمت کی وجہ سے سکوت اختیار فرمایا ہے اس وجہ سے نہیں کہ ان کا حکم بیان کرنا اللہ تعالیٰ بھول گیا ان کی کرید نہ کرو۔“

مولانا سرفراز خان (۲۰۰۹ء) اس حدیث سے توقف کا اثبات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ روایت بھی توقف کی دلیل ہے جیسا کہ ظاہر ہے باقی رہی (وما سکت عنہ فہو مما عفا

عنہ) (۴۹) تو اس حدیث سے بھی توقف ہی مراد ہے اس سے اباحت کا اثبات درست نہیں

ہے۔ کما لا یخفی“۔ (۵۰)

منکرین اباحت کے دلائل کا جائزہ:

منکرین اباحت نے اپنے موقف میں جن دو احادیث سے توقف کا استدلال کیا ہے اس استدلال کا اصل مسئلہ سے تعلق نہیں بنتا کیونکہ ان احادیث میں مشتبہ امور کا حکم بیان کیا جا رہا ہے جبکہ مابہ النزاع امر مسکوت عنہا اشیاء سے متعلق ہے، ان دونوں کی حقیقتوں میں فرق ہے۔ مشتبہ امور سے مراد ایسے امور ہیں جن کے بارے میں دو دلیلیں آپس میں متنازع ہوں، ایک دلیل کا تقاضا ہو کہ اسے حلال کے ساتھ ملایا جائے اور دوسری دلیل کا تقاضا ہو کہ اسے حرام کے ساتھ ملایا جائے۔ جہاں تک مسکوت عنہا امور کا تعلق ہے تو وہ اس میں داخل نہیں ہیں بلکہ نصوص کے مطابق وہ معفو عنہا ہیں اور ان کا معفو عنہا ہونا نصوص سے ثابت ہے۔

اشیاء میں توقف کے اصل ہونے پر ابوالغلبہ سے مروی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مولانا سرفراز خان نے یہ تو لکھ دیا ہے کہ یہ روایت توقف کی دلیل ہے، لیکن توقف کے استدلال کی وضاحت نہیں کی۔ جبکہ اسی حدیث سے اباحت کے قائلین نے بھی استدلال کیا ہے جیسا کہ قائلین کے دلائل میں گزر چکا ہے اور استدلال کی تفصیل بھی ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے توقف کیسے ثابت ہوتا ہے یہ بات وضاحت طلب ہے مگر موصوف نے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی۔

اسی طرح وما سکت عنہ فہو مما عفا عنہ (۵۱) سے توقف کا استدلال کیسے ہوتا ہے کوئی وضاحت نہیں کی۔ جبکہ کبار محدثین جیسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)، شیخ عبدالرؤف مناوی (۱۰۳۱ھ) اور شیخ عبدالرحمن مبارک پوری (۱۳۵۳ھ) نے اس سے اباحت اصلہ کا استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ قائلین اباحت کے دلائل کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے۔

نظریہ اباحت اصلہ کے حوالے سے علماء برصغیر کے دلائل کا جائزہ لینے سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نظریہ اباحت اصلہ کو ترجیح حاصل ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

نظریہ اباحت کے رائج ہونے کے دلائل:

- ۱۔ اباحت اصلیہ کے قائلین کے دلائل کثیر ہیں جبکہ مخالفین کے دلائل ان کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں۔
- ۲۔ اباحت کے قائلین کے دلائل زیادہ قوی ہیں کیونکہ ان کے دلائل قرآن و حدیث کی ان نصوص سے ثابت ہیں جو اشیاء میں اباحت کے اصل ہونے پر زیادہ صریح اور واضح ہیں بلکہ بعض دلائل تو عبارتہ النص کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے احادیث وما سکت عنه فهو مما عفا عنه۔ (۵۲) اور وما سکت عنه فهو عفو فأقبلوا من الله عافيته (۵۳) وغیرہ اور عفو کا معنی نفی حرج اور عدم مؤاخذہ ہے یعنی جس شے کے فعل یا ترک پر مؤاخذہ اور حرج نہ ہو اور یہی اباحت کی حقیقت ہے۔

۳۔ منکرین اباحت جو اشیاء میں اصلاً حرمت یا توقف کے قائل ہیں۔ ان کے دلائل اباحت کے قائلین کے دلائل کے مقابلے میں کمزور ہیں۔ کیونکہ اباحت کے مخالفین نے اپنے موقف پر جو دلائل دیئے ہیں ان دلائل کا مابہ النزاع امر سے تعلق ہی نہیں ہے۔ مثلاً توقف کے قائلین نے جن احادیث سے توقف کا استدلال کیا ہے ان احادیث کا تعلق ان امور اور اشیاء سے ہے جو مشتبہ اور اختلافی ہوں یعنی ایسے امور جن کے بارے میں بعض دلائل کا تقاضا ہو کہ انہیں حلال کے ساتھ ملایا جائے اور بعض دلائل کا تقاضا ہو کہ انہیں حرام کے ساتھ ملایا جائے ایسے مشتبہ امور کے بارے میں اباحت کے قائلین بھی توقف کے قائل ہیں، جبکہ امر مابہ النزاع کا تعلق مسکوت عنہا اشیاء سے ہے یعنی ایسی اشیاء جن کے بارے میں شرع بالکل خاموش ہو اور نصوص میں ان اشیاء یا انکی انواع کا صراحۃً، دلالتاً یا قیاساً کسی بھی طرح ذکر نہ ہو۔ مسکوت عنہا اور مشتبہ اشیاء کی حقیقت میں فرق ہے۔ لہذا ان کے حکم میں بھی فرق ہوگا۔

۴۔ اباحت کے قائلین کا موقف مقاصد شریعت کے زیادہ مطابق ہے اس لیے کہ یہ موقف تمام پیدا ہونے والے نئے واقعات و ایجادات کے احکام پر مشتمل دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ اصولین و فقہاء کے نزدیک صحیح نقطہ نظر یہ ہے کہ کوئی واقعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خالی نہیں ہے اور ادلتہ شریعہ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام حوادث و ایجادات کے حکم کو شامل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمادیا ہے۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (۵۴)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

جبکہ رد و شریعت کے بعد توقف کا قول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ توقف کے دو معانی ہیں۔ توقف کا ایک معنی ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ اس شے کے بارے میں شریعت کا حکم ہے بھی یا نہیں۔ (۵۵)

دوسرا معنی ہے کہ اس کے بارے میں بالکل کوئی حکم ہے ہی نہیں۔ (۵۶)

اور یہ بات شریعت کے کامل ہونے کے مخالف ہے کیونکہ مذہب مختار یہ ہے کہ ہماری شریعت میں ہر شے اور ہر تصرف کا حکم موجود ہے خواہ وہ صراحۃً ہو یا اشارۃً ہو، قیاساً ہو یا اباحۃً حکم ضرور پایا جاتا ہے اور کوئی واقعہ یا حادثہ حکم شرعی کے دائرے سے خارج نہیں ہے۔ اسی طرح مسکوت عنہا اشیاء پر حرمت کا حکم لگانا بھی شریعت کے مزاج اور مقاصد سے موافقت نہیں رکھتا کیونکہ شریعت نے جن چیزوں کے حکم کو بیان کرنے سے سکوت اختیار فرمایا ہے ان میں شریعت نے گنجائش اور توسیع دی ہے کیونکہ شارع نے اسے اپنی رحمت اور عفو قرار دیا ہے۔ رحمت اور عفو (عدم حرج اور عدم مواخذہ) ہونا اس وقت ہی درست بنتا ہے جب انسانوں کو مسکوت عنہا اشیاء اور امور کے فعل یا ترک کی آزادی اور اجازت ہو ان مسکوت عنہا اشیاء و امور پر اگر حرمت وغیرہ کا حکم لگا یا جائے تو شارع کا ان سے سکوت اختیار فرمانے کو اپنی رحمت اور عفو قرار دینا درست نہیں رہتا کیونکہ اس سے شریعت کی عطا کردہ گنجائش، آزادی اور سہولت ختم ہو جاتی ہے اور زندگی کا دائرہ عمل تنگ اور محدود ہو جاتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا محرّمات کو مفصلاً اور کلمات حصر سے بیان کر دینا بھی اباحت اصلیہ کے قول کے رائج ہونے کی مضبوط دلیل ہے۔

۶۔ شریعت کی تعلیمات سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ شارع جب تک کسی شے کی بارے میں کوئی حکم نہ نازل فرمادے اس وقت تک بندوں کو اس شے کے فعل یا ترک کا مکلف نہیں ٹھراتا، اور جب تک بندوں کو کسی شے کا مکلف نہیں ٹھراتا اس وقت تک اس کے بارے میں اس کے ترک یا فعل پر مواخذہ بھی نہیں فرماتا۔ جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہو رہا ہے۔

(الف) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (۵۷)

اور ہم ہرگز عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم (اس قوم میں) کسی رسول کو بھیج لیں۔

(ب) وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا (۵۸)

اور آپ کا رب بستیوں کو تباہ کرنے والا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اس کے بڑے مرکزی شہر (Capital) میں پیغمبر بھیج دے جو ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرے۔

(ج) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ (۶۹)

اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت سے نواز دیا

ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح فرمادے جن سے انہیں بچنا ہے۔
ان آیات میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ممنوعات کو واضح کیے بغیر اور احکام شریعت کے ساتھ رسول کو بھیجے بغیر کسی کو گمراہ ٹھہرائے یا مواخذہ فرمائے۔
استاد محمد سلام مدکور لکھتے ہیں:

”ان التكليف بدون بيان تكليف بمالا يطاق، و هو قبيح، تعالى الله عنه۔“ (۶۰)

(کسی شے کا حکم) بیان کئے بغیر اس کا مکلف ٹھہرانا یہ تکلیف مالا یطاق کے دائرے میں آتا ہے اور یہ

فتیح ہے اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند تر ہے۔

۷۔ وضعی قانون سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ وضعی قانون میں قانون جرم و سزا کا یہ ایک بنیادی قاعدہ ہے کہ

”لا جریمۃ ولا عقوبۃ الا بنص۔“ (۶۱)

(قانونی) نص کے بغیر نہ تو کوئی (عمل) جرم بنتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی سزا ہے۔

مذکورہ بالا قاعدہ کا مطلب ہے کہ افراد کے اعمال اور ان کے طور طریقے اس وقت تک جرائم شمار نہیں ہوتے جب تک کسی ملک کی قانون ساز اتھارٹی کی طرف سے کوئی ایسی قانونی نص نہ پائی جائے جو اس مخصوص عمل کو جرم قرار دیتی ہو اور اس پر سزا مقرر کرتی ہو۔

پس ثابت ہوا کہ جب تک کسی عمل یا شے کی معصیت و ممنوع ہونے پر کوئی شرعی نص نہ پائی جائے اس وقت تک وہ شے یا عمل مباح رہے گا اس کے فعل یا ترک پر کوئی حرج یا مواخذہ نہیں ہوگا نظریہ اباحت اصلیه کی بھی یہی حقیقت ہے۔

قاعدہ اباحت کے مستثنیات :-

قاعدہ اباحت کے ضمن میں اس بات کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ تمام قواعد فقہیہ میں کچھ استثناءات بھی پائے جاتے ہیں جن کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایک خاص معاملہ کسی ایک قاعدہ کی بجائے کسی دوسرے قاعدہ کے ماتحت ہوتا ہے، کبھی ایک قاعدہ کا ایک خاص تقاضا ہوتا ہے جس کے پیش نظر مجتہد کسی معاملہ میں اس قاعدہ کی بجائے دوسرے اصول کو منطبق کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اسی طرح کبھی عدل و انصاف، جلب مصالح، دفع مفسد اور رفع حرج کے پیش نظر ایک قاعدہ کے انطباق کو محدود کر دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً بعض امور ان قواعد کے اطلاق

کے دائرے سے مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ ان استثناءات سے کسی قاعدہ کا بطلان ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ استثناءات قاعدہ کلیہ کی حدود قیود کا تعین کرتے ہیں۔ ان استثناءات کے علاوہ باقی صورتوں میں اس قاعدے کا اطلاق بدستور باقی رہتا ہے۔ چنانچہ قاعدہ اباحت کے ذیل میں بھی بعض امور ایسے ہیں جن پر قاعدہ اباحت کا اطلاق نہیں ہوتا ذیل میں ان میں سے بعض اہم امور اور انکے مستثنیٰ ہونے کے سبب کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ الأصل فی المضار التحريم (۶۲)

نقصان دہ اشیاء میں اصل تحریم ہے۔

قاعدہ اباحت سے اس استثناء کی بنیاد حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام (۶۳)

اسلام میں نقصان اٹھانا اور نقصان پہنچانا جائز نہیں۔

۲۔ الأصل فی الأضاع التحريم (۶۴)

”شرم گاہوں میں اصل تحریم ہے۔“

بعض فقہاء اس مفہوم کو ان الفاظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

الأصل فی الفروج التحريم ولا يباح منها الا ما باحه الله ورسوله (۶۵)

فروج میں اصل حرمت ہے سوائے ان فروج کے جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے مباح قرار دیا ہے۔

قاعدہ اباحت سے اسکے استثناء کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے شرم گاہوں کو محفوظ و مامون قرار دیا ہے اس لیے

ان میں حرمت کو اصل ٹھہرایا گیا۔ ان کا جواز صرف توالد و تناسل کی ضرورت کی وجہ سے ہے اسی لیے فقہاء کہتے ہیں۔

الأصل فی النکاح الحظر و انما ابيح للحاجة الى التوالد والتناسل (۶۶)

نکاح میں اصل حرمت ہے یہ صرف توالد و تناسل کی حاجت کی وجہ سے مباح کیے گئے ہیں۔

۳۔ الأصل فی الأنفس والأطراف الحرمه (۶۷)

”نفوس اور اعضاء میں اصل حرمت ہے۔“

اس استثناء کی بنیاد یہ حدیث مبارکہ ہے۔

ان دماء کم وأموالکم و أعضائکم بینکم حرام (۶۸)

بے شک تمہارے خون تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں۔

قاعدہ اباحت کے عبادات پر اطلاق میں علماء برصغیر کی آراء:-

عبادات کے بارے میں جہاں تک اباحت اصلیه کے نظریہ اور قاعدہ کے اطلاق کا تعلق ہے تو بعض علماء برصغیر کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اباحت اصلیه کے قاعدہ کو صرف معاملات میں قابل عمل سمجھتے ہیں۔ عبادات میں اس پر عمل نہیں کرتے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ عبادات توقیفی ہے ان میں قاعدہ اباحت وغیرہ جاری کرنا بدعت اور احداث فی الدین کے زمرے میں آتا ہے۔ چنانچہ مولانا ابوالعاص وحیدی قاسمی سلفی اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:-

”ایک اصولی بات ذکر کر رہا ہوں۔ جس پر تقریباً تمام آئمہ و فقہاء کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ عبادات میں اصلاً حرمت ہے۔ عبادات کے علاوہ دوسرے امور و معاملات میں اباحت ہے ان میں سے کسی چیز کی حرمت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ (۶۹) مفتی محمد لکھتے ہیں:

”اباحت اصلیه کا قاعدہ عبادات میں جاری نہیں ہوتا۔“ (۷۰)

اسی موقف کی ترجمانی کرتے ہوئی مولانا سرفراز خان (۲۰۰۹ھ) لکھتے ہیں:

”الغرض اباحت اصلیه کے قانون کو عبادات میں جاری کرنا سراسر جہالت ہے۔“ (۷۱)

علماء کی مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اباحت اصلیه کا قاعدہ اور نظریہ عبادات میں جاری نہیں ہوتا جبکہ دیگر علماء کے نزدیک جاری ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مختصراً اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ آیا عبادات میں قاعدہ اباحت جاری ہو سکتا ہے یا نہیں۔

عبادات کے حوالے سے اگرچہ عمومی ضابطہ یہی بیان کیا جاتا ہے کہ ”الاصل فی العبادات التوقیف“ (۷۲) کہ عبادات میں اصل توقیف ہے۔ توقیف کا معنی ہے کہ جو شارع کے بتانے پر موقوف ہو، اس ضابطے کے ظاہر سے اور علماء برصغیر کے مذکورہ بالا بیانات سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ عبادات کے جملہ امور توقیفی ہیں لیکن عبادات سے متعلق نصوص اور کتب شریعت میں آئمہ و فقہاء کی بیان کردہ تصریحات و تشریحات کے عمیق مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عبادات سے متعلق جملہ امور توقیفی نہیں ہیں۔ بعض امور توقیفی ہیں جو شریعت کے بتانے سے ہی ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔ یہ وہ امور ہیں جن کی تعیین و ادراک عقل سے قاصر ہے جیسے نمازوں کے اوقات کا تعیین، ان کے ارکان، شرائط، کیفیت ادا اور ان میں رکعات کی تعداد اور ترتیب افعال وغیرہ۔ اسی طرح زکوٰۃ میں

تحدید نصاب، مصرف زکوٰۃ اور حج میں وقت وقوف اور مکان وقوف، مطاف، اشواط کی تعداد اور سعی وطواف وغیرہ ایسے امور میں جو توقیفی ہیں اسی طرح عبادات کی ادائیگی کی خاص وضع و ہیئت جو شریعت نے متعین کر دی ہے جیسے نمازوں کی ادائیگی کے طریقے کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

صلوا کما راہتمونی اصلی (۷۳)

جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھو ویسے نماز پڑھو۔
مناسک حج کی ادائیگی کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

خذوا عنی مناسککم (۷۴)

اپنے حج کے مناسک مجھ سے سیکھو۔

یہ احادیث نماز اور مناسک حج کی ادائیگی کی ہیئت کو متعین کر رہی ہیں لہذا نماز اور مناسک حج کی ادائیگی کی ہیئت توقیفی ٹھہرے گی۔ اسی طرح وہ خاص اذکار و افعال جو خاص اوقات پر خاص مقاصد کیلئے علی وجہ التبعین تعلیم فرمائے گئے۔ جیسے تکبیر تحریرہ، تشہد، اذان اور اقامت وغیرہ یہ امور بھی خالصتاً توقیفی ہیں۔ عبادات میں وہ امور جن کے متعلق شریعت میں نصاً اور دلالت کوئی قید و ممانعت وغیرہ ثابت نہیں بلکہ نصوص میں ان احکام کو مطلق و عام الفاظ سے بیان کیا گیا ہے ان میں توقیف لازمی اور ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ برصغیر کے معروف عالم مفتی احمد رضا خان قادری حنفی (۱۳۴۰ھ) عبادات کی مذکورہ بالا توقیفی امور کی اقسام کو بیان کرنے کے بعد عبادات کے غیر توقیفی امور کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ان کے سوا باقی تمام امور جن میں نصاً و دلالت شرع مطہر سے تحدید و خطر اور توقیف و حجر ثابت

نہیں۔ اگرچہ وہ انہیں توقیفات سے علاقہ رکھتے ہوں ان میں بھی توقیف (شارع کے بتانے) پر

توقف نہیں، اگرچہ بوجہ تعلق توقیفی وقوف اولیٰ ہو لہذا دعائے قعدہ اخیرہ صرف الفاظ واردہ پر مقصور

نہیں، ہر شخص جو چاہے دعا کر سکتا ہے۔ بعد اس کے کلام ناس سے مشابہ نہ ہو اسی طرح عیدین و

غیر ہا کے خطبے خصوصاً خطبہ جمعہ کہ شرط صحت نماز ہے ان میں الفاظ مرویہ پر اقتصار نہیں۔“ (۷۵)

اسی طرح صاحب تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع (۱۳۹۶ھ) بھی عبادات کی دو اقسام: (۱) عبادات

مقصودہ اصلیہ (۲) عبادات غیر مقصودہ میں تقسیم کرنے اور ان کے درمیان فرق کو بیان کرنے کے بعد ان کا حکم

بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عبادات مقصودہ و غیر مقصودہ میں فرق واضح ہو جانے کے بعد اب ان کے متعلق احکام شرعیہ کا

فرق سمجھ، عبادت غیر مقصودہ یعنی ذرائع عبادت کے متعلق شریعت میں بڑی وسعت ہے، ان کا کوئی خاص طریقہ یا خاص وضع لازم و مقرر نہیں، ان میں کمی بیشی بھی کوئی جرم نہیں، جبکہ اصل عبادت میں کمی بیشی نہ ہو، اور ان میں ضرورت زمانہ و اختلاف مقام کی وجہ سے تغیر و تبدل بھی کوئی گناہ نہیں، بشرط یہ کہ یہ تغیر خود کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہو۔ (۷۶)

مزید لکھتے ہیں:

”اسی مضمون کو بعض علماء و محققین نے ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ حدیث میں احداث فی الدین یعنی دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنے کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔ احداث للدين یعنی دین کی ضرورت کے لئے کوئی نیا ذریعہ پیدا کرنا اس میں داخل نہیں یہ حکم عبادت غیر مقصودہ کا ہے جو اصل میں خود عبادت نہیں بلکہ ذریعہ عبادت ہونے کے سبب عبادت کہلاتی ہے۔ (۷۷)

مفتی نظام الدین صدر مفتی و استاد جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۱۹۹۱ء) عبادت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عبادات تین طرح کی ہیں: ایک: تو وہ جو خالص توقیفی ہیں، جن کے اوقات، ارکان، شرائط، سنن، کیفیت ادا، اذکار سب شریعت طاہرہ نے متعین فرما دیئے ہیں۔ جیسے نماز پنج گانہ و جمعہ و عیدین اور روزے و حج و اعتکاف وغیرہ۔ دوسری: وہ عبادات جن میں کچھ امور متعین ہیں اور کچھ غیر متعین۔ جیسے نفل نماز، نفل روزے، وضو، تیمم، غسل جنابت، زکوٰۃ عمرہ وغیرہ۔ تیسری: وہ عبادات جن کے ارکان، اوقات، شرائط، کیفیت ادا شرعاً معین نہیں ہیں، مطلقاً ان کی بجا آوری کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے درود شریف، ذکر خدا اور رسول ﷺ اور تعظیم خدا و رسول (جل جلالہ a) و ذکر صالحین وغیرہ۔“ (۷۸)

مفتی نظام الدین کے بیان کے مطابق عبادت کی صرف پہلی قسم خالص توقیفی ہے اسی طرح عبادت میں وہ امور جو متعین ہیں صرف وہی توقیفی ہیں باقی امور غیر توقیفی ہیں ان میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔

عبادات میں قاعدہ اباحت کی بنیاد پر علماء برصغیر کے فتاویٰ:

عبادات کے توقیفی اور غیر توقیفی امور کی وضاحت کے بعد ذیل میں عبادات سے متعلق علماء برصغیر کے چند فتاویٰ بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں۔ جن میں علماء برصغیر نے اباحت اصلیہ کے قاعدہ کو بنیاد بناتے ہوئے عبادات کے بعض امور کو جائز اور مباح قرار دیا ہے۔

۱۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے متعلق سوال کے جواب میں مفتی محمد نور اللہ نعیمی (۱۴۰۳ھ) لکھتے

ہیں۔

”ہاں بلاشبہ جائز ہے اور نماز میں بھی جائز ہے کہ شرع اطہر نے اس سے ممانعت نہیں فرمائی اور بلا

ممانعت شرع کوئی شے ممنوع و ناجائز نہیں ہو سکتی قرآن کریم میں ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمَهُ بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ (۷۹)

کہ اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمائے، جب تک انہیں صاف بتا دے

کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔“

اسی طرح فتاویٰ ثنائیہ میں ہے۔

”لاؤڈ سپیکر کو امتداد صوت کے لئے استعمال کر سکتے ہیں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔“ (۸۰)

اسی طرح فتاویٰ نذیریہ میں مفتی اہلحدیث سوہدرہ پنجاب پاکستان لکھتے ہیں۔

”لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر علماء اسلام کا عام طور پر اتفاق ہو چکا ہے۔ عدم جواز کے قائلین اس کا

ثبوت نہیں دے سکے اور نہ ہی اس کے عدم جواز یا ممانعت پر کوئی دلیل ملتی ہے۔“ (۸۱)

ان فتاویٰ میں نماز میں لاءؤڈ سپیکر کے استعمال کے جواز کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ شریعت میں اس کی

ممانعت نہیں ہے۔ جبکہ مطلب ہے کہ جب تک شریعت میں ممانعت و حرمت ثابت نہ ہو تو وہ چیز جائز اور مباح تصور

کی جائے گی خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہی کیوں نہ ہو۔ یہی اباحت اصلیہ کی حقیقت ہے۔

۲۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے متعلق سوال کے جواب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری (۱۳۳۷ھ) لکھتے

ہیں:

”بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے نہ بدعت کیونکہ ایک دو ضعیف روایتوں سے ثبوت ملتا

ہے جس سے نہ سنت ثابت ہوتی ہے نہ بدعت۔“ (۸۲)

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں علماء کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ ہے۔

اس کا بیان کرنا یہاں مقصود نہیں ہے۔ اس فتویٰ کو یہاں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ موصوف نے مذکورہ بالا فتویٰ

میں قاعدہ اباحت کو دلیل بنایا ہے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ”نہ سنت ہے نہ بدعت“ یعنی اباحت ہے۔ دعا

عبادت ہے اگر عبادات کے تمام امور توقیفی ہوتے ان میں قاعدہ اباحت جاری نہ ہوتا تو یوں فتویٰ نہ دیا جاتا۔

۳۔ تراویح کے بعد وعظ کرنے اور صلاۃ و سلام پڑھنے کے متعلق سوال کے جواب میں مفتی محمد تقی

عثمانی (ولادت ۱۳۶۲ء) لکھتے ہیں:

”یہ طریقہ فی نفسہ جائز ہے البتہ صلاۃ و سلام جہرا پڑھنے کا ایسا التزام و اہتمام جائز نہیں جس سے

ایسا کرنے کا مسنون یا ضروری ہونے کا شبہ ہو۔“ (۸۳)

۴۔ کفن پر کلمہ لکھنے کے بارے میں مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں۔

”جائز تو ہے لیکن صحابہ کرامؓ، سلف صالحین سے منقول نہیں اس لیے نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔“ (۸۴)

نصوص اور صحابہ و تابعین کے عمل سے ثبوت نہ ہونے کے باوجود کفن پر کلمہ لکھنے کا جواز قاعدہ اباحت اصلیہ

کی بنیاد پر ہے۔

۵۔ اعتکاف میں حجامت بنوانے سے متعلق سوال کے جواب میں مفتی نور اللہ نعیمی (۱۴۰۳ھ) لکھتے ہیں:

”حجامت بنوانا سنت ہے اور سنت مسجد میں ادا کر سکتا ہے جبکہ ممانعت نہ آئی ہو کہ اصل اباحت ہے

ہاں مسجد میں ناخن، بال نہ گریں: ومن ادعی الخلاف فعليه البيان بالبرهان“ (۸۵)

۶۔ بھینس کی قربانی سے متعلق فتاویٰ ثنائیہ میں ہے:

”جہاں (قرآن میں) حرام چیزوں کی فہرست دی ہے وہاں یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

لَا جِدْفِي مَا أَوْحَىٰ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ۔ (۸۶)

ان چیزوں کے سوا جس چیز کی حرمت ثابت نہ ہو وہ حلال ہے۔ بھینس ان میں نہیں اس کے علاوہ عرب

لوگ بھینس کو گائے میں داخل سمجھتے ہیں۔“ (۸۷)

قربانی عبادت ہے بھینس کی قربانی نصوص سے ثابت نہیں۔ اس فتویٰ میں بھینس کی قربانی کے جواز کی

اساس نصوص میں منع نہ ہونا ہے۔ ثابت ہوا کہ عبادات میں بھی قاعدہ اباحت کا اجراء درست ہے۔

عبادات سے متعلق علماء برصغیر کے مذکورہ بالا بیانات اور عبادات میں قاعدہ اباحت کی بنیاد پر دیئے گئے

چند فتاویٰ کی روشنی میں بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قاعدہ اباحت کا اطلاق صرف معاملات تک ہی محدود نہیں

ہے۔ بلکہ اس کا اطلاق عام ہے عبادات میں بھی جاری ہوتا ہے۔ جیسا کہ نماز، دعا، قربانی اور وعظ و تبلیغ وغیرہ سب

عبادات ہیں۔ ان سے متعلق مذکورہ بالا فتاویٰ میں مذکور مختلف امور وہ امور ہیں جن کے بارے میں نصوص خاموش

ہیں۔ علماء برصغیر نے ان امور کے جواز کی یہ دلیل قائم کی ہیں کہ شرع میں ان سے منع ثابت نہیں جب تک کسی امر

سے متعلق شرع میں ممانعت ثابت نہ ہو اور شرع میں اس کے متعلق کوئی بھی حکم بیان نہ ہوا ہو تو وہ امر قاعدہ اباحت

کے تحت مباح ہوتا ہے خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ قاعدہ اباحت اور نظریہ

اباحت اصلیہ کا اطلاق عام ہے۔ عبادات اور معاملات دونوں میں جاری ہوتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- (۱) ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری، التمهید لمافی الموطا من المعانی و الاسانید، ۶: ۱۳۳، مغرب (مراکش) وزاۃ عموم الاوقاف والشئون الاسلامیہ، ۱۳۸۷ھ
- (۲) سیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، ۲۰: ۱، دارالنشر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعة الأولى، ۱۴۰۳ھ
- (۳) عینی، بدر الدین محمود بن احمد الاندلسی، عمدة القادرى: ۸: ۱۱۸، دارالنشر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، سن البقرہ: ۲۹: ۲ (۴)
- (۵) ملا جیون، احمد بن بی سعید ایٹھوی المعروف ملا جیون (م ۱۱۳۰ھ) - تفسیرات احمدیہ فی بیان الآیات الشرعیۃ - ۱۰ لاہور، مکتبۃ الحرم، س - ن
- (۶) محمد قنوجی، صدیق حسن، فتح البیان فی مقاصد القرآن، البقرہ: ۱: ۱۱۹، بیروت مکتبۃ العصریہ، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء
- قنوجی، نیل المرام من تفسیر آیات الأحکام، ۳، فیصل آباد (مامون کالج) پاکستان، جامعہ تعلیم الاسلام
- (۷) دریا آبادی، عبد الماجد، تفسیر ماجدی، ۹۱: ۱، کراچی، مجلس نشریات قرآن بار اول، ۱۴۱۸، ۱۹۹۷ء
- (۸) سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۳۳۶: ۱-۳۳۸، لاہور، فرید بک سٹال، ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ، جنوری ۲۰۰۳ء
- (۹) الأعراف، ۳۲: ۷
- (۱۰) بلج آبادی، سید امیر علی - تفسیر مواہب الرحمن - پارہ، ۸: ۱۰۹، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور، جنوری ۱۹۷۷ء
- (۱۱) مودودی، ابوالاعلیٰ سید محمد - تفہیم القرآن - ۲، ۲۳، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، چودھواں ایڈیشن، ۱۴۰۱ھ - ۱۹۸۰ء

- (۱۲) ابوالحسنات، سید محمد احمد قادری۔ تفسیر الحسنات۔ ۵۵۸:۲، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء
- (۱۳) نعیمی، احمد یار خان، مفتی۔ تفسیر نعیمی۔ ۴۷۸:۸، لاہور، مکتبہ اسلامیہ، س۔ ن
- (۱۴) نعیمی، تفسیر نعیمی، ۴۷۶:۸
- (۱۵) المائدہ، ۴:۵
- (۱۶) عثمانی، شبیر احمد عثمانی، علامہ۔ تفسیر عثمانی۔ ۱:۱۹۹، لاہور، مکتبہ الحسن الحسنیہ، جامعہ اشرفیہ، ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴ء
- (۱۷) الاعراف۔ ۳۲:۷
- (۱۸) لیج آبادی، تفسیر مواہب الرحمن، تفسیر المائدہ، ۴۸:۴۹
- (۱۹) ابوالحسنات، تفسیر الحسنات، ۷۵:۲
- (۲۰) الاعراف، ۳۱:۷
- (۲۱) محمد شفیع، مفتی، تفسیر معارف القرآن، ۵۴۵:۳، کراچی، ادارہ المعارف، س۔ ن
- (۲۲) محمد نعیم، أنوار القرآن، ۳:۴۳۴
- (۲۳) الانعام، ۱۴۵:۶
- (۲۴) ابوالحسنات، تفسیر الحسنات، ۲۸۷:۲
- (۲۵) کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، معارف القرآن، ۴۴۱:۲، طبع اول، ۲۰۰۶ء
- (۲۶) المائدہ، ۱۰۱:۵
- (۲۷) عثمانی، تفسیر عثمانی، ۵۷۷:۱
- (۲۸) مراد آبادی، خزائن العرفان، ۱۷۹
- (۲۹) الانعام، ۱۱۹:۶
- (۳۰) الانعام، ۱۱۹:۶
- (۳۱) النساء، ۴:۲۴
- (۳۲) الانعام، ۱۴۵:۶
- (۳۳) نعیمی، تفسیر نعیمی، ۵۳:۸
- (۳۴) فضل شاہ۔ تفسیر فاضلی۔ (مقدمہ از محمد اشرف فاضل)، ۱۵۷:۲، لاہور، فاضلی فاؤنڈیشن، طبع سوم، ۱۹۹۷ء
- (۳۵) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)، الصحيح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکره من کثرة السؤال و من تکلف ما لا یعنیه، ۶:۲۶۵۸، رقم:

- ۶۸۵۹، بیروت، لبنان: دار ابن کثیر الیامہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء
- (۳۶) امجدی، محمد شریف الحق نزہۃ القاری، ۹۲۳:۵ تا ۹۲۵، لاہور، فرید بک سٹال اردو بازار، طبع اول، ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ جولائی ۲۰۰۰ء
- (۳۷) ترمذی، محمد بن عیسیٰ ابو عیسیٰ الترمذی السلمی، الجامع الصحیح سنن ترمذی، کتاب اللباس عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی لبس الفراء، ۲۲۰:۴، رقم: ۱۷۲۶، دار النشر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن
- (۳۸) طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ مسند الشامیین، ۳: ۲۰۹، رقم: ۲۱۰۲، بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔
- (۳۹) دہلوی، عبدالحق، اشعۃ الممعات، ۵۰۶:۳، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر (پاکستان) سن
- (۴۰) البقرہ، ۲: ۲۹
- (۴۱) ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد القاری، مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ۵۷: ۸، دار النشر، دار
- الکتب العلمیہ، لبنان، بیروت، الطبعة الاولى، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء
- (۴۲) طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم الكبير، ۲۲: ۲۲۱، رقم: ۵۸۹، موصل، عراق: مکتبۃ الزہراء الحدیثہ، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔
- (۴۳) حاکم، المستدرک، ۱۲۹:۴، رقم: ۷۱۱۴، قال الہیثمی، و رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد، ۱: ۱۷۱
- (۴۴) البقرہ، ۲: ۲۹
- (۴۵) ملا علی القاری، مرقاة المفاتیح، ۲۶۳: ۱
- (۴۶) خطیب تبریزی، ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (م ۷۴۱ھ)۔ مشکوة المصابیح۔ باب الاعتصام
- الکتاب و السنة، الفصل الثانی، ۱: ۶۴، ۶۵، رقم: ۱۸۳، بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۹۸۵ء
- (۴۷) گکھڑوی، سرفراز خان صفدر، مولانا، راہ سنت، ۱۰۴، گوجرانوالہ، مکتبہ صفدریہ، ۱۸ اواں ایڈیشن، صفر ۱۴۱۳ھ اگست ۱۹۹۶ء
- (۴۸) حاکم، المستدرک، ۱۲۹:۴، رقم: ۷۱۱۴، قال الہیثمی، و رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد، ۱: ۱۷۱
- (۴۹) ترمذی، السنن، کتاب اللباس عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی لبس الفراء، ۲۲۰:۴، رقم: ۱۷۲۶
- (۵۰) گکھڑوی، راہ سنت، ۱۰۵
- (۵۱) ترمذی، السنن، کتاب اللباس عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی لبس الفراء، ۲۲۰:۴، رقم: ۱۷۲۶
- (۵۲) ایضاً

- (۵۳) طبرانی، مسند الشامیین، ۳: ۲۰۹، رقم، ۲۱۰۲،
- (۵۴) المائدہ، ۵: ۳،
- (۵۵) زرکشی، ابو عبد اللہ محمد بن بہادر بن عبد اللہ (۷۴۵/۷۹۴ھ)۔ البحر المحيط فی اصول الفقہ۔ ، ۴: ۲۲۲، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء۔
- (۵۶) اسنوی، عبد الرحیم بن الحسن ابو محمد (۷۰۴-۷۷۲ھ)۔ التمهید، ۱: ۲۸۸، بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۰ھ۔
- (۵۷) الاسراء، ۱۵: ۱۷،
- (۵۸) القصص، ۵۹: ۲۸،
- (۵۹) التوبة، ۱۱۵: ۹،
- (۶۰) محمد سلام، مذكور۔ نظریة الإباحة عند الأصولیین والفقهاء، ۵۰۵، دار النهضة العربیة، الطبعة الثانیة، ۱۹۸۴ء
- (۶۱) الشبکی، ترکی بن یحیی الشبکی، موقف الشریعة الاسلامیة من القاعدہ القانونیه لا جریمة ولا عقوبة الا بنص ۶۸، مکتة المکرّمہ، جامعۃ ام القری، (رسالة الماجستير) ۹ کلیة الشریعة والدراسات الاسلامیة، شعبۃ الفقہ، ۱۴: ۸ھ
- (۶۲) ابن حجاج امیر، التقریر و التحبیر، ۲: ۱۳۴،
- (۶۳) ابن ماجہ، السنن، کتاب الأحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، رقم: ۲۳۴۰،
- (۶۴) سیوطی، الأشباه والنظائر، ۶۱،
- (۶۵) ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب الطلاق، ۳: ۲۵۵،
- (۶۶) سیوطی، الأشباه والنظائر، ۶۱،
- (۶۷) دمشقی، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد، ۲: ۸، دار النشر، ریائی بیروت، ۱۴۱۸ھ
- (۶۸) بخاری، عبد العزیز، کشف الأسرار، ۳: ۹۵،
- (۶۹) بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب رب مبلغ اوعی من سامع، ۱: ۳۷، الرقم: ۶۷،
- (۷۰) مفتی محمد، ضرب مومن، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۲۷ مئی ۲۰۰۵ء،
- (۷۱) گکھڑوی، باب جنت، ۷۶،
- (۷۲) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوی، ۲۹: ۱۷، قاہرہ، مکتبہ ابن تیمیہ، الطبعة الثالثہ، ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۵ء
- (۷۳) بخاری، الصحیح، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر إذا كانوا جماعة، ۱: ۲۲۶، رقم: ۶۰۵،

- (۷۴) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۲۵، رقم: ۹۳۰۷، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۴ھ
- (۷۵) بریلوی، احمد رضا، حاشیہ اذاقۃ الآثام لما نعی عمل المولد و القیام، ۱۳۵
- (۷۶) محمد شفیع، مفتی، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۳۴ تا ۳۶، کراچی، ادارہ المعارف طبع جدید محرم الحرام ۱۴۱۴ھ۔ جولائی ۱۹۹۳ء
- (۷۷) ایضاً، ۳۶
- (۷۸) نظام الدین، مفتی۔ فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول، ۲۵۰، ناشر دارالعمان، کراچی، طبع ثانی فروری، ۲۰۰۳ء
- (۷۹) التوبہ، ۹: ۱۱۵
- (۸۰) امرتسری، ابوالوفاء، ثناء اللہ، مولانا۔ فتاویٰ ثنائیہ۔ ۱: ۵۹۰، سرگودھا، ثنائیہ النور اکیڈمی سن
- (۸۱) ایضاً، ۱: ۵۹۱
- (۸۲) ایضاً، ۱: ۵۰۰
- (۸۳) تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی، ۱: ۱۱۶
- (۸۴) ایضاً، ۱: ۱۱۸
- (۸۵) نعیمی، نور اللہ، فتاویٰ نوریہ، ۱: ۲۱۲
- (۸۶) الانعام، ۶: ۱۳۵
- (۸۷) امرتسری، فتاویٰ ثنائیہ، ۱: ۸۱۰

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆